باب۔ ۲۱

ترجمہ

فص زکرویہ

حکمت مالکیہ

Siddiqui Publications

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ،(یعنی)اور میری رحمت میں سب کی وسعت ہے، (الاعراف:۱۵۶)۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمتِ الٰہی ہر شئے کو وجود دیتی اور اُس پر اس کے احکام جاری کرتی ہے۔ رحمتِ الٰہی، غضبِ الٰہی پر بھی رحمت کرتی ہے۔(اس کو)وجود دیتی ہے اور اس کا مظہر پیدا کرتی ہے۔ پس رحمت، غضب پر سابق ہے۔یعنی رحمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے ہے اور غضب کی نسبت بعد۔ ہر عین ثابتہ، معلوم الٰہی، اللہ تعالیٰ سے طالبِ وجود ہے۔لہٰذا رحمتِ الٰہی ہر عین ثابتہ کو عام ہے۔کیوں کہ حق تعالیٰ اپنی رحمت ہی سے عین ثابتہ کی طلب وجودِ خارجی کو قبول فرماتا ہے۔اس کو ایجاد کرتا اور وجود بخشتا ہے۔ لہٰذا ہم نے کہا کہ رحمتِ الٰہی ہر شئے کو وجود اور اس کے احکام دیتی ہے۔اسمائے الٰہیہ بھی اشیا میں داخل ہیں۔ان اسمائے الٰہیہ کا مرجع اور ان کا منشائے ذات، واحدہ حقہ ہے۔سب سے پہلے رحمت ذاتیہ الٰہیہ کس کو سماتی ہے۔۔؟سب سے پہلے عین ثابتہ کلّی یعنی حقیقتِ محمدی کو رحمتِ الٰہی سماتی ہے۔ جو اس کے ظہور کا باعث ہے تا کہ رحمتِ رحمانی و نفسِ رحمانی سے نمایاں و ظاہر کرے۔ غرض یہ کہ سب سے پہلے رحمتِ رحمانی خود اپنے آپ سے متعلق ہوتی ہے۔پھر عین ثابتہ کلّی سے، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا۔پھر رحمت ہر موجودِ خارجی کے عین ثابتہ سے متعلق ہوتی ہے جو دنیا و آخرت میں عرض و جوہر (اور) مرکب و بسیط کی صورت میں نمایاں ہوتا ہے۔

رحمتِ عامہ میں حصولِ غرض کو دخل ہے اور نہ ملائمتِ طبع کو۔ بلکہ رحمت کلّیۂ الٰہیہ میں ملائم غیر ملائم، موافق ناموافق سب کی سمائی ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی کی ایجاد و عطائے وجود میں کوتاہی نہیں کرتی۔

ہم نے فتوحات مکیہ میں بیان کیا ہے کہ آثار، اعیان ثابتہ و اسمائے الٰہیہ کے ہوتے ہیں جو انتزاعی ہیں۔ موجود فی الخارج نہیں۔ بلکہ موجود علمی و معدوم خارجی ہی کے آثار، موجوداتِ خارجی میں نمایاں ہوتے ہیں۔

یہ عجیب علم اور نادر مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کی حقیقت کو وہی پہنچتا ہے جس کی قوتِ تخیل اور وہم قوی ہو۔ جس شخص میں وہم و تخیل کام نہیں کر سکتا وہ اس قسم کے مسائل سے بعید ہے۔

فرحمۃ اللّٰہ فی الاکوان ساریۃ

اللہ تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوقات میں جاری و ساری ہے

وفی الذوات وفی الاعیان جاریۃ

ذوات یعنی اعیان ثابتہ نیز اعیان خارجیہ میں بھی جاری ہے

مکانۃ الرّحمۃ المثلیٰ اذا علمت

من الشہود مع الافکار عالیۃ

ہر فضیلت رحمت کی مرتبت اگر شہود و تفکر کے ساتھ معلوم ہو تو بہت بڑی ہے

جس کو رحمتِ الٰہی یاد کرے وہ خوش بخت و سعید ہے۔ ذرا یہ بھی تو کہو کہ کیا کوئی ایسی شئے بھی ہے جس کو رحمتِ الٰہی نے یاد نہ کیا ہو۔۔؟ نہیں کوئی نہیں۔ رحمتِ الٰہی کا اشیا کو یاد کرنا ہی تو ان کا ایجاد کرنا ہے۔ پس ہر موجود، مرحوم (یا رحمت یافتہ) ہے۔

میرے دوست! میرے کہنے سے تمھیں یہ امر حجاب نہ بنے کہ دنیا میں لوگ بلاؤں میں مبتلا ہیں۔ اور تمھارا عقیدہ ہے کہ آلام آخرت جس پر عذاب ہوتا ہے اس سے کبھی کم نہیں ہوتے۔ پھر سب پر رحمت الٰہی کیسی۔۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو رحمت عام ایجاد میں ہے۔ آلام (و تکالیف) پر رحمت نے آرام کو پیدا کیا۔ ثانیاً رحمت کا اثر دو (۲) وجہ پر ہے۔ ایک رحمت کا اثر بالذّات اور وہ عین ثابتہ موجود فی العلم کو ایجاد کرنا (ہے)، وجود بخشنا ہے۔ اس اعتبار میں، نہ غرض کو دخل ہے نہ عدم غرض کو۔ نہ ملائم سے غرض ہے نہ غیر ملائم سے۔ (دوسرے) رحمت ہر موجود کو عین ثابتہ پر اس کے وجود سے قبل حالِ ثبوت میں نظر رکھتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان خیالی معبودوں کو جن کو لوگوں نے اپنے عقائد میں تراش رکھا ہے، اعیان ثابتہ میں سے ایک عین ثابتہ جانتا ہے۔۔۔ یہ عقائدِ باطلہ کیا ہیں۔۔؟ حق مخلوق ہیں، معبود مجعول ہیں۔ کس کے مخلوق ہیں۔۔؟ معتقد کے مخلوق ہیں۔ پس بندہ جیسا اعتقاد رکھتا ہے ویسی ہی اس پر تجلی ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمتِ ذاتی اس پر رحمت کرتی (ہے) اور اس کو ایجاد کرتی ہے۔ اسی لیے ہم نے کہا حق مخلوق، معبود مجعول۔ خدائے تراشیدہ، آلۂ باطل اعتقادی ہی پہلی شئے ہے جس سے رحمت متعلق ہوئی اور مرحوم ہوئی۔ دوسرے مرحوم کے ایجاد کرنے (سے اور) پیدا کرنے سے پہلے مرحوم ہوئی۔ مگر رحمت دوسروں سے متعلق ہونے سے پہلے خود اپنے آپ سے متعلق ہوئی یعنی جب تک رحمت خود ظاہر نہ ہوئی دوسروں کو ظاہر نہ کی۔

رحمت کا تعلق قبلِ ایجاد، حقائق و اعیانِ ثابتہ سے ہوتا ہے۔ اسی طرح بعد خلق، بعد ایجاد، رحمت کا تعلق سوال سے بھی ہوتا ہے۔ رحمت رحیمیہ، سوالات اور اقتضاءات کو پورا کرتی ہے مگر فطرت، حقیقت (اور) طبیعت کا اقتضاوسوال زبانی دعاؤں سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کی تکمیل کی جائے۔ غرض یہ کہ محجوبِ بے کشف حق تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے عقائد کے مطابق ان پر رحم کرے، آثار نمایاں کرے۔ (جب کہ) اہلِ کشف خود رحمت الٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کا نام لے کر دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ تو ہم پر رحم فرما۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے مگر کس طرح، خود رحمت کی تجلی ان پر ہوتی ہے۔ پھر وہ خود اپنے پر بھی رحم کرتے ہیں، اور دوسروں پر بھی رحم کرتے ہیں۔

تمام دنیا پر کس کا حکم چل رہا ہے۔۔؟ صرف رحمت کا۔۔۔ حکم کس کا ہوتا ہے۔۔؟ صفت کا جو اپنے موصوف میں قائم رہتی ہے۔ شجاعت، شجاع سے شمشیر زنی کرواتی (ہے)۔ محبت، محب سے آثارِ محبت ظاہر کرواتی ہے۔ بہر حال رحمت ہی حقیقت میں رحم کرنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو رحم دینے سے رحمت کرتا ہے۔ جب ان میں رحمت پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا حکم ذوق و وجدان سے پاتے ہیں۔ پس رحمت جس کو یاد کرتی ہے وہ مرحوم (رحمت یافتہ) ہو جاتا ہے اور رحمت کرنے والا رحیم و راحم۔۔۔ احکام، مخلوق نہیں ہوتے۔ مخلوق تو موجوداتِ خارجی ہوتے ہیں۔ حکم تو ایک امر معنوی ہے کہ معانی کلّیہ باطنہ اس کے بالذات موجب ہیں۔

پس احوال و معانی باطنہ (اعیان ثابتہ) نہ موجود ہیں نہ معدوم، یعنی موجودِ خارجی نہیں ہیں اس لیے کہ وہ نسبتیں ہیں۔ وہ معدوم محض بھی نہیں، کیوں کہ ان کے آثار و احکام ہیں۔ اور معدوم محض پر کوئی اثر مترتّب (یعنی اثر انداز) نہیں ہوتا۔

جس سے علم قائم ہوتا ہے، وہ عالم کہلاتا ہے۔ لہٰذا علم ایک حال ہے۔ عالم ایک ذات ہے جو علم سے موصوف ہے۔ پس عالم نہ عینِ ذات ہی ہے اور نہ عینِ علم ہی ہے، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک نسبت ہے۔ وہاں تو علم ہے اور وہ ذات ہے جس سے علم قائم ہے۔ عالم ہونا ایک حال ہے، اُس ذات کا جس سے علم قائم ہے۔ اس سے علم کی نسبت موصوف سے پیدا ہوئی۔ اس کو عالم کہتے ہیں۔

رحمت، حقیقت میں راحم کی مرحوم سے نسبت ہے اور رحمت ہی سے احکام مرتّب ہوتے ہیں۔ پس رحمت ہی رحمت کرنے والی ہے جو مرحوم میں اثرِ رحمت پیدا کرتی ہے۔ خدائے تعالیٰ اس لیے اس میں رحمت پیدا نہیں کرتا کہ اس کا کام نکلے یا اس کا حال درست ہو بلکہ اس میں اس لیے رحمت پیدا کرتا ہے کہ

دوسروں پر رحم کرے اور خوارق (یعنی معمول سے ہٹا ہوا) پیدا کرے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ محل حوادث نہیں۔ پس ایسا نہیں کہ اس میں رحمت، حادث اور بعد پیدا ہوئی ہو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ بغیر رحمت کے راحم نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رحمت، عینِ حق ہے۔ جس کو اس مسئلے کا ذوق نہیں اور اس میدان میں قدم نہیں تو یہ کہنے کی جرأت نہیں کرسکتا ہے کہ حق تعالیٰ عین رحمت ہے یا کسی اور صفت کا عین ہے۔ لہٰذا وہ کہتا ہے کہ صفات الٰہیہ لا عین ولا غیر (ہیں) یعنی صفات الٰہیہ انتزاعی ہیں۔ منشا ان کا عین ذات ہے۔ یعنی ذات سے منتزع ہیں اور مفہوم و معنی کے لحاظ سے آپس میں غیر ہیں۔ پس علیم وقدیر، سمیع وبصیر مفہوم کے لحاظ سے آپس میں غیر ہیں، اور منشاوماخذ واصل سب کی ذات، حق (تعالیٰ) ہے۔ اس مذہب کے شخص کو اتنی قدرت نہیں کہ صفات کو عینِ ذات کہے۔ لہٰذا اس نے لا عین ولا غیر کہا۔ یہ عبارت اچھی بھی ہے، مگر عینِ ذات کہنا زیادہ حق اور مشکلات کو زیادہ دور کرنے والی ہے۔ غرض یہ کہ صفات الٰہیہ انضمامی نہیں ہیں کہ ذاتِ حق میں قائم وموجود ہوں بلکہ وہ نسبتیں اور اضافتیں ہیں موصوف اور اعیانِ معقولہ میں جو موجود فی الخارج نہیں۔ رحمت، اگرچہ تمام صفات کو جامع ہے مگر ہر اسم کے ساتھ اس کی نسبت جدا ہے۔

اسی لیے دعا کی جاتی ہے، اسألک بکل اسم سمّیتہ نفسک او انزلتہ فی کتابک، (یعنی) میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بواسطہ ہر اس اسم کے کہ تو نے خود کو اس سے موسوم کیا، یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا۔ پس رحمت الٰہی اور خود اللہ تعالیٰ نے ہر شئے کو سمولیا ہے۔ نہ کوئی اس کی ذات سے خارج ہے نہ اس کے علم و رحمت سے خارج ہے۔

رحمتِ الٰہی کے متعدد شعبے ہیں۔ جتنے اسماے الٰہیہ ہیں اتنے ہی رحمت کے شعبے ہیں۔ ذات کے ایک ہونے سے یہ مناسب نہیں ہے کہ نسبت تو اسم خاص کی طرف کرے اور رحمت کو عام سمجھے کہ وہ ہر چیز کو عطا و پیدا کردے گی۔ مثلاً ایک شخص دعا کرے، رب اغفر وارحم، (یعنی) پروردگار! تو مغفرت کر اور رحم فرما۔ اور سمجھ لے کہ ارحم کہنے سے ہر طرح کا مقصد حاصل ہوجائے گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس (یا اسی طرح سے) دوسرے اسما۔ یہاں تک کہ یہ کہہ دے، یا منتقم ارحمنی، (یعنی) اے انتقام لینے والے! رحم کر۔ اس خیال سے کہ ذات تو ایک ہی ہے۔

یہ عدم عمومیتِ رحمت اس لیے ہے کہ یہ اسماے ذات، مسماۃ (یعنی ناموں) پر تو دلالت کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ اپنے حقائق سے ایسی معانی پر بھی دلالت کرتے ہیں جو مختلف ہیں۔ پس دعا کرنے والا اس اسما کے توسّل سے طالبِ رحمت ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ اسما اس ذات پر دلالت کرتے ہیں جو ان اسما کی

مسماۃ ہے۔ اُس ذات کے سوا کوئی اور مقصود نہیں ہوتا۔ دعا کرنے والا اس اسم کے معنی و مدلول سے دعا نہیں کرتا جو دوسرے اسم کے معنی و مدلول سے جدا و متمیز ہے۔ جو کوئی اسم ذریعہ تخاطب ہوتا ہے اور دلیلِ ذات ہوتا ہے تو اس وقت وہ متمیز نہیں ہوتا کیوں کہ وہ مقصود نہیں ہوتا، بلکہ ذات مقصود ہوتی ہے۔ مگر ہر اصطلاحی لفظ کی بھی ایک حقیقت ہوتی ہے جو دوسرے سے جدا ہوتی ہے، ہر چند کہ اسما ایک ہی ذات پر دلالت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ اس میں کوئی خلاف نہیں، کہ ہر اسم کا ایک حکم خاص ہے۔

چوں کہ تمام اسما کی دلالت، ایک ہی ذاتِ قدسی پر ہوتی ہے اسی وجہ سے ابو القاسمؒ بن قسی نے اسمائے الٰہیہ کے متعلق فرمایا کہ، ہر ایک اسم الٰہی تمام اسمائے الٰہیہ پر دال ہے۔ جب تم ایک اسم کو ذکر میں مقدم رکھو تو اس پر تمام اسمائے الٰہیہ محمول ہوں گے۔ مثلاً ہم یوں کہیں گے۔ رحمٰن، سمیع و بصیر ہے۔ علیم و قدیر ہے۔ مانع و معطی ہے۔ خافض و رافع ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ سب اسما، ذاتِ واحدہ پر دال ہیں، اگر چہ بکثرت اسما اس ذات پر وارد اور محمول ہوتے ہیں لیکن ان اسما کے حقائق مختلف ہیں۔

یہ معلوم رہے کہ رحمتِ الٰہی بندوں کو دو طرح سے پہنچتی ہے:

۱۔ (پہلا طریقہ) طریقِ وجوبی ہے اور اس رحمت کو' رحمت وجوبی' کہتے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے، فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ، (یعنی) میں نے اپنی رحمت لکھ دی ہے {فرض کر دی ہے} اُن لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں، (الاعراف: ۱۵۶)۔ رحمت وجوبی وہ ہے جو صفات علمی و عملی سے مقید ہے، اور اس کی جزا و ثواب ہے۔

۲۔ دوسرا طریقہ جس سے رحمت پہنچتی ہے وہ طریقہ امتنانِ الٰہی ہے، جو کسی عمل کا بدلہ نہیں ہے۔ نہ کسی اور کام کرنے پر موقوف ہے۔ جیسے قولہٗ تعالیٰ، وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، (یعنی) اور میری رحمت سب کو سما لیتی ہے، (الاعراف: ۱۵۶)۔ اسی قسم سے ہے جو فرمایا گیا ہے، لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّـهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، (یعنی) کہ چھپا دے، روک دے، اللہ تمھارے اگلے پچھلے ممکن گناہوں کو، (الفتح: ۲)۔

او عارف! اس کو خوب سمجھ لو۔

اللَّهُ لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ

لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

Siddiqui Publications